خواتین کی تعلیم وترقی اسوہ رسول اور تعامل امت کے تناظر میں

[ایک تقابلی جائزہ]

* ڈاکٹر محمد ادریس لودھی

جس زمانے میں رسول اللہ ﷺ خداوند کریم کا پیغام پہنچانے کے لئے مبعوث ہوئے عورت ساری دنیا میں محکوم تھی اور کمترین سمجھی جاتی تھی۔ وہ بہت سے قانونی حقوق سے محروم تھی۔ اس وقت جو مذاہب وقوانین رائج تھے ان کی رو سے عورت مردوں کی اس قدر محکوم تھی کہ مذہبی امور تک میں حصہ لینا اس کے لئے ممنوع تھا۔ عورت ان کے نزدیک سرچشمہ گناہ تھی۔ عرب کی عورتوں کا حال بھی دوسرے ملکوں کی عورتوں سے کچھ بہتر نہ تھا بلکہ مقابلۃً بدتر ہی تھا۔ اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہ تھی کہ اس کا کام صرف یہ تھا کہ قبیلے کی عزت کو محفوظ رکھنے کے لئے جفاکش سپاہی پیدا کرتی رہے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا رواج بھی مفاخرت کے اسی جھوٹے تصور کا پیدا کردہ تھا۔ ان گنت بیویاں رکھنا بھی عام تھا اور اس پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ تھی۔ عورت کو حقوقِ مطلقاً حاصل نہ تھے۔ وہ کسی جائیداد کی وارث تک نہ ہو سکتی تھی بلکہ وہ خود بھی جائیداد کا ایک حصہ تھی کہ جب اس کا شوہر مر جاتا تو وہ شوہر کے بیٹے اور جانشین کے حصہ میں جائیداد کی طرح منتقل ہو جاتی اور وہ اس کی مرضی کے خلاف اپنی بیوی بنا لینے کا حقدار سمجھا جاتا تھا۔

عرب معاشرہ میں عورت بے وقعت و بے وقار تھی۔ اس پر سب سے بڑی گواہی قرآن حکیم کی یہ دو آیات ہیں

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ. اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ﴾ (1)

''جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور غمگین ہو جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے''۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

عورت سے غیر انسانی سلوک کی وضاحت اس آیت میں بھی ہوتی ہے:

﴿ وَاِذَا الْمَوْءُ دَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴾ (2)

''جب زندہ دفنائی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر ماردی گئی''۔

عرب کے بعض قبائل میں نوازائیدہ بچیوں کو زندہ درگور دفن کرنا معیوب نہیں تھا۔قیس بن عاصم نے زمانہ جاہلیت میں آٹھ دس لڑکیاں زندہ دفن کی تھیں۔(3)

> عہد جاہلیت کا عرب معاشرہ از اول تا آخر بگڑ چکا تھا۔لغو رسم ورواج کی پابندی نے ان کی خانگی زندگی کو باہمی اعتماد اور سچی خوشیوں سے محروم کر دیا تھا۔نکاح، طلاق، عدت، نفقہ، رضاعت اور دوسرے مسائل کا عائلی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔یہ ہر قسم کی معقولیت سے عاری تھے۔اسلام نے یک لخت پہلے نظام کو درہم برہم کر کے نہیں رکھ دیا بلکہ اس کی اصلاح کے لئے تدریجی اقدامات کئے تا کہ مقصد بھی پورا ہو جائے اور عجلت میں کی گئی اصلاحات سے جو مشکلات پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں ان سے بھی کم سے کم سابقہ پڑے۔(4)

عورت قدیم وجدید جاہلی دور میں

یونانی دیومالا میں ایک خیالی عورت (Pandora) کو انسانی مصائب کا سبب قرار دیا گیا۔یونانی بیوی کا مقام نہایت پست تھا۔بچپن میں والد جوانی میں شوہر اور بڑھاپے یا بیوگی میں بیٹوں کے رحم وکرم پر تھی۔(5) رومی معاشرے میں باپ اور شوہر کو اختیار تھا کہ وہ عورت کو گھر سے نکال دیں۔شوہر بیوی کو قتل کر سکتا تھا۔غلام کی طرح خدمت کرنا عورت کا مقصد تھا۔(6)

ہندومت میں عورت بالکل بے حیثیت ہے۔مشہور ہندو مقنن منوراج نے لکھا ہے: عورت لڑکپن میں اپنے باپ کے اختیار میں رہے، جوانی میں شوہر کے اختیار میں اور بیوہ ہونے کے بعد اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہے خود مختار ہو کر کبھی نہ رہے۔(7) جھوٹ بولنا، فریب حماقت، طمع ناپاکی بے رحمی عورت کے جبلی عیب ہیں۔جھوٹ بولنا عورت کی ذاتی خاصیت ہے۔(8)

Ancient India کے مؤلف آر سی دت کے مطابق چھٹی صدی عیسوی ہندوستان کی اجتماعی حالت کا تاریک دور تھا۔عورت کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔عزت وعصمت باقی نہ رہی تھی۔مہا بھارت کے مطابق شوہر اپنی بیوی کو جوئے میں ہار جاتا تھا۔(9) اگر اس کا شوہر مر جاتا تو وہ زندہ درگور کی مانند ہوتی۔ بیوہ دوسری شادی نہ کر سکتی تھی۔شوہر کے انتقال پر وفا شعاری کے طور پر عورت ستی ہو جاتی۔(10) پروفیسر ودیا دھر مہاجن کے مطابق ہندومت میں ذات پات کی پابندیاں نہایت شدید تھیں اور بیوہ کو دوسری شادی کا کوئی حق نہ تھا۔(11) سنسکرت میں لڑکی کو دوھتر (دور کی ہوئی) اور بیوی کو پتنی (مملوکہ) کہا جاتا ہے۔عورت کو مذہبی تعلیم سے محروم رکھا جاتا تھا۔(12)

یہودی روایات کے مطابق عورت ناپاک وجود ہے۔ بیوہ کو دوسری شادی کا حق نہیں۔کائنات میں گناہ کا سبب عورت ہے۔مرد عورت کی وجہ سے جنت سے نکلا اس لئے عورت ہمیشہ اس کی محکوم رہے گی۔(13) عیسائی تعلیمات کے مطابق عورت فریب کھا کر گناہ کا شکار ہوئی۔مرد عورت کے لئے نہیں بلکہ عورت مرد کے لئے ہے۔عورت شیطان کا آلہ ہے۔(14) جبکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق عورت سے نکاح کے بعد مرد بہت سے شیطانی حملوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔آنحضورﷺ نے نکاح کے متعلق فرمایا:

((فانه اغض للبصر واحصن للفرج))(15)

''نکاح شرم گاہ اور نگاہ کو محفوظ کرنے کا بہترین ذریعہ ہے''۔

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

''بعض معاشروں میں عورت کو سیادت تو حاصل رہی مگر وہ مرد کی خادمہ اور معاون کی حیثیت سے معروف رہی.......... ہندو یہودی عیسائی ایرانی یونانی رومی اور ایامِ جاہلیت کے عرب معاشروں میں اس کی حالت ناگفتہ بہ رہی ہے۔اسلامی معاشرہ میں البتہ اسے بلند مقام دیا گیا اور ذلت و پستی سے نکال کر اسے انسانی معیار تک لایا گیا''۔(16)

قرونِ وسطیٰ میں عورتوں کو مشرق و مغرب دونوں جگہ مرد کے مقابلہ میں تعلیم کے مواقع بہت کم میسر تھے۔ Wieth Knudsen کے مطابق عورت مطلقاً بے اختیار تھی۔(17) انسائیکلوپیڈیا آف ایجوکیشن کے مقالہ نگار Francesco Da Barberino کے مطابق اس دور میں تعلیم کو شریف خواتین کے لئے معیوب سمجھا جاتا تھا۔

تاجر وصنعت کار طبقہ کی خواتین کو تعلیم کی قطعاً ممانعت تھی۔(18)

Short history of woman کے مطابق اعلیٰ خاندان کی خواتین کو تعلیم کی معمولی شد بد حاصل تھی۔ ان کا منتہائے علم داستانوں اور عشقیہ افسانوں تک محدود تھا۔(19) Victor Chopart کے مطابق انگلستان اور روم میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعلیم کی کچھ اہمیت نہ تھی۔(20) Kinght of latour landry عورتوں کے لئے معمولی تعلیم کو ہی کافی سمجھتا تھا۔ لوگ اپنے وصیت ناموں میں لڑکیوں کی تعلیم کی بجائے ان کی شادیوں کے لئے رقم مخصوص کرتے تھے۔(21)

تعلیم نسواں اور اسلام

اس قدیم انسانی اور موجودہ مغربی اور مسلم معاشرے کے برعکس اسلام خواتین کو انسانی شرف، اعلیٰ سماجی مقام، مکمل معاشی تحفظ اور علم و اخلاق کے ذریعہ سے اس کے فطری ارتقاء کا داعی اور معلم ہے۔

> ''اسلام کا اعلان یہ ہے کہ عورت کوئی حقیر یا نجس وجود نہیں ہے وہ کوئی لا یعقل اور بے مقصد ہستی نہیں وہ شیطان کی ایجنٹ یا گناہوں کی ٹھیکہ دار بنا کے نہیں اتاری گئی............ بلکہ جس نفس واحدہ سے مرد وجود میں آیا ہے اسی سے عورت بھی وجود میں آئی ہے۔ جس طرح انسانی معاشرہ کا ایک اہم رکن مرد ہے اسی طرح معاشرے کی دوسری اہم رکن عورت ہے''۔(22)

آنحضور ﷺ نے نسل انسانی کے ان دونوں افراد (مرد و عورت) کی تعلیم و ترقی کے لئے یکساں اہتمام کیا............ کیونکہ تعلیم سے فرد کی ذہنی جسمانی اور روحانی تربیت ہوتی ہے اور فرد کو اجتماعی زندگی میں اپنا تعمیری کردار ادا کرنے کے قابل بناتی ہے۔ جہالت اور لاعلمی فرد اور اجتماعیت دونوں کے لئے بیرونی حملہ آور دشمن سے زیادہ خطرناک اور مضر ہے کیونکہ تعلیم کا مقصد فرد کو تمام فرائض بطریق احسن ادا کرنے کے قابل بنانا ہے۔(23) افلاطون (Plato) (347 تا 427 ق م) کے نزدیک تعلیم کا بنیادی مقصد فرد کی قدرتی صلاحیتوں کو دریافت کر کے ان کو نشو و نما دینا ہے۔ اس کے شاگرد ارسطو Aristotle (322 تا 384 ق م) کے مطابق معیاری تعلیم وہ ہے جو جسم اور عقل فعالی

اور عقل انفعالی کی تربیت پر مشتمل ہو۔ وہ غلام بچیوں اور عورتوں کو معیاری تعلیم دینے کے خلاف ہے کیونکہ ان میں بصیرت کی کمی ہوتی ہے۔(24) ایک اور مفکر نے معاشرتی نظم وضبط کی کامیابی کو تعلیم کا مقصد قرار دیا ہے۔(25) Sir Percy Nun نے تعمیر کردار حیات کامل بسر کرنے کا طریقہ اور اچھے جسم میں اچھے ذہن کی نشوونما کو تعلیم کے مقاصد میں شامل کیا ہے۔(26)

بقول شبلی (م1332ھ/1914ء) نفوس انسانی کے اخلاق وتربیت کی اصلاح کائنات کا سب سے بڑا مقدم فریضہ ہے۔ تمام فضائل اخلاق کے اصول وفروع کی نہایت صحیح تشکیل اور پھر ان کی عملی تعلیم رائج کی جائے۔ دنیا میں اس مقصد کے لئے وعظ ونصیحت، اخلاق حسنہ کے موضوع پر کتب تصنیف کی گئیں یا پھر جبری طریقہ کو اپنایا گیا لیکن سب سے زیادہ صحیح کامل اور عملی طریقہ یہ ہے کہ فضائل اخلاق کا ایک پیکر مجسم سامنے آجائے جو ہمہ تن آئینہ عمل ہو جس کی ہر جنبش لب ہزاروں تصانیف کا کام دے لیکن انسانی تاریخ میں صرف ایسے نفوس قدسیہ موجود ہیں جو فضائل اخلاق کے کسی خاص صنف کے نمونہ تھے۔

مسیحی مکتب فکر میں حلم تحمل صلح عفو قناعت تواضع کی تعلیم ہے حکومت وریاست کی تعلیم نہیں ہے۔ جناب موسیٰ اور نوح علیہم السلام کے اوراق تعلیم میں عفو عام کے صفحے خالی ہیں۔(27) تاریخ انسانیت میں صرف آنحضور ﷺ کی ہستی وہ منفرد ذات ہے جن کا پیغام ہر دور ہر مقام اور طبقہ انسانیت کے لئے مکمل جامع محفوظ اور عملی رہنمائی کا سامان رکھتا ہے۔ آپ کی بعثت میں ایک اتمامی شان اور تکمیلی رنگ ہے۔(28)

ڈاکٹر مائیکل ہارٹ نے حضور ﷺ کے بارے میں لکھا ہے:

"He was the only man in history who was supermely successful on both the religious and secular levels". (29)

آپ کی بعثت سے قبل انسانیت لا ادریت Agnosticism اور ارتیابیت (Scepticism) کا شکار تھی۔ آنحضور ﷺ کے پیغام سے اتمام حجت اور قطع عذر کے تقاضے مکمل ہوئے۔ آپ جس طرح طبقہ رجال کے لئے نمونہ کامل ہیں اس طرح طبقہ نسواں کے بھی کامل ہادی ورہنما ہیں اس لئے تمام مومنین اور مومنات کے لئے آپ کی اطاعت لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾(30)

''کسی مومن مرد و عورت کو حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو اس کام میں وہ اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں''۔

قرآن حکیم میں آنحضورﷺ کی بعثت کے چار مقاصد بیان ہوئے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (31)

''تلاوت آیات، تزکیہ نفس، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت''

ان مقاصد اربعہ کے بیان میں قرآن حکیم نے مرد و زن کی تخصیص نہیں کی چنانچہ ان نبوی فرائض کی تکمیل کے لئے رنگ نسل خون جنس علاقہ کی تخصیص کے بغیر تمام انسانیت آپ کی مخاطب تھی۔

''معلم خیر نے اپنی تعلیم کو صرف ایک طبقہ تک محدود نہیں رکھا تھا بلکہ آپ معاشرے کے ہر طبقے کو استفادہ کا موقع دیتے تھے۔ خواتین نے مطالبہ کیا ہمیں بھی وقت ملنا چاہئے تو آپﷺ نے ان کے لئے علیحدہ وقت مقرر کیا ان کے مسائل کو بغور سنتے اور جواب دیتے تھے''۔(32)

عورتیں نہایت دلیری کے ساتھ آپﷺ سے بے محابا مسائل دریافت کرتی تھیں اور صحابہ کو ان کی اس جرأت پر حیرت ہوتی تھی لیکن آپﷺ کسی قسم کی ناگواری ظاہر نہیں فرماتے تھے۔(33) آپﷺ نے اپنا منصب ان الفاظ میں بیان کیا:

((انما بعثت معلماً))(34) ''مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے''۔

آپﷺ کی تعلیم ہر لحاظ سے جامع اور ہر شعبہ زندگی پر حاوی تھی۔ مکی زندگی میں آپؐ کی تعلیمی سرگرمیاں نجی حیثیت سے اور مدنی زندگی میں نجی اور سرکاری ہر دو حیثیت سے جاری ہیں۔ مسجد نبوی آپﷺ کے علم کی نشر و اشاعت کا سب سے بڑا ذریعہ تھی۔ ڈاکٹر حمید اللہ (م1423ھ/2002ء) لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ کی تعلیمی سرگرمیوں میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی اہمیت دی گئی۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے مبارک عہد میں معلمین کی طرح معلمات کا بھی تقرر ہوتا تھا۔ حضرت ام ورقہؓ بنت عبداللہ اور حضرت عائشہؓ کا شمار عہد رسالت کی معلمات میں بجا طور پر کیا جا سکتا ہے''۔(35)

خود مدینہ کے اندر بہت سے قبائل آباد تھے۔ ہر قبیلہ کا الگ الگ محلّہ تھا اور ہر محلّہ میں ایک ایک مسجد تھی۔ امام ابوداؤد (م275ھ/889ء) نے اپنی کتاب المراسیل میں بسند لکھا ہے کہ صرف مدینہ کے اندر آپؐ کے زمانہ میں نو مسجدیں تھیں جہاں الگ الگ جماعتیں ہوتی تھیں ان کے نام یہ ہیں۔ مسجد بنی عمرو، مسجد بنی ساعدہ، مسجد بنی عبید، مسجد بنی سلمہ، مسجد بنی رائح، مسجد بنی زریق، مسجد غفار، مسجد اسلم، مسجد جہنیہ ان کے علاوہ متفرق روایات میں مختلف قبائل کی حسب ذیل مسجدوں کا اور پتہ لگتا ہے۔ مسجد بنی حدرہ، مسجد اُمیہ (انصار کا ایک قبیلہ تھا)۔(36)

قرآن حکیم آپ کا نصاب تعلیم تھا۔ چنانچہ کتابت علم وفن سے متعلق قرآن حکیم میں بہت ہی واضح الفاظ ملتے ہیں۔

1. **قلم**

﴿**الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ**﴾ (37) جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔

2. **مرقوم**

کتابٌ مرقوم (38) اور ایک نشان کی ہوا دفتر ہے۔

3. **اسفار**

﴿**مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا**﴾(39)

جن لوگوں کو تورات پر عمل کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا تو ان کی حالت اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے۔

ان الفاظ قرآنی سے فن کتابت اور علم وکمال کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ حصول علم اور اس کی نشر واشاعت کے لئے قلم ہی سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا''۔(40)

کسی قوم میں کسی پیغمبر کا مبعوث ہونا تعلیم کے سوا کسی اور غرض کے لئے نہیں ہوتا۔ (41) نبوی معاشرہ میں عورت کو دنیا کا قیمتی متاع قرار دیا گیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((الدنیا متاع و خیر المتاع الدنیا المراۃ الصالحۃ))(42)

''دنیا کا بہترین سرمایہ صالح عورت ہے''

آپ نے خواتین کی تعلیم وترقی کے لئے سماجی اور معاشی ہر میدان میں ان کی رہنمائی کی بخاری کی روایت ہے:

((قام النبی ﷺ یوم الفطر فصلٰی فبدا بالصلاۃ ثم خَطبَ فلما فَرغ نزل فاتی النساء فَذَکرھُنَّ))(43)

''حضور ﷺ نے عیدالفطر کے روز نماز کے بعد خطبہ دیا پھر عورتوں کے مجمع میں گئے اور انہیں نصیحت کی''۔

((قالت النساء للنبی ﷺ غَلبنا عَلیکَ الرجال فاجعل لنا یومً من نفسکَ فَوَعَدھُنَّ یومًا یَلقَھُنَّ فیہ فَوعَظَھُنَّ ....)) (44)

''عورتوں نے آنحضور ﷺ سے کہا کہ مردوں نے آپ سے ہماری نسبت زیادہ حصہ لیا آپ ہمارے لئے ایک مخصوص دن رکھیں آپ نے ہمارے لئے وعدہ فرمایا اس میں آپ ان سے ملے اور انہیں نصیحت کی انہیں صدقہ کا حکم دیا''۔

آپ نے اپنی دعوت وتعلیم کے ذریعے عورت کا احساسِ کمتری ختم کیا۔ اسے گھر مال اور اولاد کی نگران اور ذمہ دار بنایا۔ آپ ﷺ کا فرمان:

((والمرأۃ راعِیۃ علٰی بیتِ بَعلھا وولدہٖ وھی مسئُولۃ عنھم)) (45)

''بیوی اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے اس سے ان کے متعلق باز پرس ہوگی''

اس حدیث کا تقاضا ہے کہ عورت کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ ان فرائض کو بطریق احسن سرانجام دے۔ فرائض کو بطریق احسن ادا کرنے والوں کی قرآن حکیم میں تعریف کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ. اُولٰٓئِکَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِکَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (46)

''جو بات کو سنتے اوراس کے عمدہ پہلو پر عمل کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی یہی عقل والے ہیں''۔

مفتی محمد شفیع (م1396ھ/1976ء) لکھتے ہیں:

''یعنی یہ لوگ عقل والے ہیں۔ عقل کا کام ہی یہ ہے کہ اچھے برے حق و باطل میں تمیز کرے اور حسن واحسن کو پہچان کر احسن کو اختیار کرے''۔(47)

مولانا امین احسن اصلاحی (م1418ھ/1997ء) لکھتے ہیں:

''یہ ان کی اس سلیم الطبعی کا بیان ہے جس کی بدولت وہ خدا کی ہدایت اور اس کی بشارت کا مستحق ٹھہرے.......... یہ بات توجہ سے سننے اور ہر اچھی بات کی پیروی کرتے رہے یہی لوگ عاقل ہیں اور عاقل ہی خدا کی یاد دہانی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں''۔(48)

مولانا مودودی (م1399ھ/1979ء) لکھتے ہیں:

''یہ لوگ بات کو سن کر غلط معنی پہنانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اس کے اچھے اور بہتر پہلو کو اختیار کرتے ہیں''۔(49)

اسی لئے آنحضور ﷺ نے اولاد کو ادب سکھانے کی تاکید کی۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((اکرموا اولادکم واحسنوا ادبهم))(50)

''یعنی اپنی اولاد کی عزت کرو اور انہیں ادب سکھاؤ''۔

عورت نسلِ نو کی مربی اور معلم ہے۔ قوموں کا مستقبل ماں کی تربیت کا فیض ہے۔

بقول اقبال (م1357ھ/1938ء):

از اموت پختہ تر تعمیر ما   در خط سیمائے او تقدیر ما (51)

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے بیٹی کے احترام کا درس دیا کیونکہ بیٹی مستقبل کی ماں ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((من كانت له أنثٰى فلم يئدها ولم يهنها ولم يؤثر ولدهٗ عليها ادخله الله الجنة))(52)

''جس شخص کے ہاں بیٹی ہو وہ اسے زندہ در گور نہ کرے اسے رسوا نہ کرے اور اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

ایک اور حدیث میں فرمایا:

((من ابتُلِيَ مِنْ البنات بشئٍ فاحسن اِلَيْهِنّ كُنَّ له ستراً مِن النّار)) (53)

''جو شخص لڑکیوں کی پیدائش سے آزمائش میں ڈالا جائے پھر اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں گی''۔

((من عال ثلاث بناتٍ فادّبهُنَّ وزوّجهُنَّ واحسن اليهن فلهٗ الجنة)) (54)

''جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی انہیں اچھا ادب سکھایا ان کی شادی کی ان سے حسن سلوک کیا وہ جنت میں جائے گا''۔

عورت کو معاشرے میں وقار عطا کیا۔ بیوی کے حقوق سے متعلق فرمایا:

((اطعموهُنَّ ممّا تاكلون واكسوهُنَّ مِمّا تكسون ولا تضربوهُنَّ ولا تُقبحُوهُنَّ)) (55)

''انہیں کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو انہیں پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو انہیں مت مارو انہیں برا مت کہو''۔

معاشرے میں اچھائی کا معیار خواتین سے حسن سلوک کو قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

((خيركم خيركم لِاهله وانا خيركم لِاهلى)) (56)

''اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے اہل خانہ سے اچھا سلوک کرے اور میں اپنے گھر والوں سے اچھا برتاؤ کرنے میں تم سب سے بہتر ہوں''۔

ایک اور حدیث میں فرمایا:

((خیار کم خیار کم لِنسائِہٖ)) (57)

''بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں''۔

خود آنحضور ﷺ کے طرزِ عمل سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (م 58ھ/676ء) کا قول ہے:

((کان فی مھنۃ اھلہٖ))(58) ''آپ ﷺ ہمیشہ اپنے گھر والوں کی خدمت کرتے''

حضور پاک ﷺ کے حسن سلوک اور اعلیٰ اخلاق کا اس قدر مشاہدہ اور تجربہ تھا کہ آپؓ فرمایا کرتی تھیں:

((کان خلقہ القرآن))(59) ''یعنی قرآن آپ ﷺ کا اخلاق ہے''۔

کامیاب پُرسکون اور پُر لطف ازدواجی زندگی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور شان رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً. اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴾ (60)

''اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تا کہ ان کی طرف مائل ہو کر سکون حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی بے شک غور کرنے والوں کے لئے ان باتوں میں بڑی نشانیاں ہیں''۔

یہ باہمی تعلق درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت وحکمت اور قدرت کی نشانی قرار دیا ہے۔(61)

عورت کی اصلی ترقی دنیا میں حیاتِ طیبہ اور آخرت میں عطائے حسنات ہے۔ ان طیبات وحسنات کی بنیاد شرم وحیا پر ہے۔ اسلام شرم وحیا کا دین ہے۔ آنحضور ﷺ نے شرم وحیا کو اسلام کا خصوصی وصف قرار دیا۔(62) اخلاقی تعلیمات میں شرم وحیا ایک ایسی اعلیٰ قدر ہے جو انسان وحیوان بلکہ کفر واسلام کے مابین فرق کرتی ہے۔

شرم وحیا سے متعلق اسلام کا نقطہ نظر مرد وزن سب کے لئے یکساں اور مبنی بر انصاف ہے۔(63) فلسفۂ اخلاق میں شرم وحیا کی بنیادی اہمیت ہے۔

اخلاق دراصل انسانی کردار کی معیاری سائنس ہے............... یہ ایک ایسا معیاری علم ہے جو انسانی کردار کو خیر وثواب کے نظریے سے پرکھتا ہے۔(64)

شرم وحیا انسانیت کی ایک مشترک اعلیٰ قدر ہے۔ حضور پاک ﷺ نے اسی اعلیٰ انسانی وصف کی تعلیم سے خواتین کی سیرت و کردار کو آراستہ کیا تا کہ وہ معاشرے کی ہوس کا شکار نہ ہو جائے۔ نسوانی تعمیر و ترقی اور ان کی تہذیب و تربیت کے لئے ستر و حجاب جیسی نعمت عظمٰی سے عورت کو محفوظ و مامون بنا دیا عورت کو قرآن حکیم میں **محصنۃ** یعنی خاندان اور معاشرے کی حفاظت میں باعزت زندگی گزارنے والی کہا گیا ہے۔(65)

چنانچہ غض بصر اور تحفظ عصمت کے لئے نیک عورت سے نکاح کا حکم دیا۔ حضرت عثمان بن مظعون نے عورتوں سے بے تعلق رہنے کے لئے نکاح نہ کرنے کی آنحضور ﷺ سے اجازت مانگی لیکن آپ ﷺ نے اجازت نہ دی۔(66) ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا:

((لا صَرورۃَ فی الاسلام))(67) ''اسلام میں مجرد رہنے کی اجازت نہیں''۔

عورتوں کے نکاح میں بلاوجہ تاخیر سے منع کیا۔(68) بیوی کے انتخاب میں دین دار عورت کو ترجیح دی۔ مناسب رشتہ ملنے پر لالچ اور خاندانی تعصب کی بنا پر اسے رد کرنے اور شادی میں بلاوجہ تاخیر کرنے کو حضور پاک ﷺ نے معاشرے کے لئے بہت بڑا فتنہ قرار دیا۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

((اِلاّ تفعلو تکن فتنۃ فی الارض و فسادٌ عریض))(69)

''یعنی دین دار رشتہ ترک کرنے سے ملک میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا''۔

نکاح کے یہ فطری اور عمدہ ضوابط بھی نسوانی ترقی و تحفظ اور تعمیر و اصلاح کا بنیادی وسیلہ ہیں۔ اصلاح نسواں دراصل اصلاح انسانیت ہے۔ سماجی تہذیب و شائستگی کی بنیاد ہے کیونکہ نسل انسانی عورت کی گود میں تربیت پاتی ہے اس لئے ماں کی گود کو اولین درسگاہ قرار دیا جاتا ہے۔

عورت کی تعلیم و ترقی کے لئے پرامن ازدواجی زندگی کو آپ ﷺ نے یقینی بنایا۔ قرآنی تعلیم کے مطابق ازدواجی زندگی میں عفو و درگذر سے کام لینا انسانی گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ بیویوں سے حسن سلوک کے سیاق و سباق میں فرمایا:

﴿مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یُکَفِّرْ عَنْہُ سَیِّاٰتِہٖ﴾ (70)

''جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کو دور کر دے گا''۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُم﴾(71) ''اور آپس میں بھلائی کرنے کو فراموش نہ کرنا''۔

قرآن اپنے ماننے والوں کو بگڑتے ہوئے حالات (طلاق کے موقع پر) میں بھی حسن خلق کی تلقین کرتا ہے(72) حد تو یہ ہے کہ مرد کو مرتے دم تک عورت سے حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ مرد کو مرتے وقت بھی حکم ہے کہ وہ عورت کے حق میں اچھی وصیت کرے۔(73)

عورت سے حسن معاملہ کے لئے قرآن حکیم میں معروف کا لفظ استعمال کیا۔(74) یعنی شرافت کے قواعد اور دستور کے مطابق عورت سے حسن سلوک کیا جائے۔ اس کی تعلیم و تربیت تعمیر و ترقی معاشی تحفظ سماجی وقار تمدنی اہمیت خاندانی توقیر مذہبی حیثیت طبعی صحت ذہنی آسودگی نفسیاتی سکون اور روحانی بالیدگی کے لئے تمام تر وسائل اور امکانی جدوجہد کو بروئے کار لایا جائے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:

﴿ولهُنَّ مِثل الّذى عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة﴾ (75)

''عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے''۔

البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔ یعنی اس فضیلت کا تقاضا ہے کہ مرد زیادہ ایثار کرے۔ ابن کثیر (م774ھ/1373ء) نے لکھا ہے:

جیسے ان عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں ویسے ہی ان عورتوں کے مردوں پر وہی حقوق ہیں۔ ہر ایک کو دوسرے کا لحاظ و پاس عمدگی سے رکھنا چاہئے۔(76)

عورتوں کے حسن سلوک کے لئے معروف کا لفظ 17 مرتبہ آیا۔

البقرہ 228-229-231 میں 2 مرتبہ 232-233 میں 2 مرتبہ 234-235-236-240-241 النساء 19-25 سورۃ الطلاق آیت 2 میں 2 مرتبہ آیت 6(77)

ان پاکیزہ قرآنی تعلیمات اور آنحضور پاک ﷺ کی عمدہ تربیت کا صحابہ کرام پر یہ اثر تھا کہ وہ اپنی ازواجِ مطہرات کی دلجوئی کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ تفسیر ابن کثیر (م774ھ/ 1373ء) میں ہے کہ سورۃ بقرہ کی آیت ﴿ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف﴾ کو پڑھ کر حضرت عبداللہ بن عباس (م68ھ/ 687ء) فرمایا کرتے

تھے میں پسند کرتا ہوں کہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے میں بھی اپنی زینت کروں جس طرح وہ مجھے خوش کرنے کے لئے اپنا بناؤ سنگھار کرتی ہے۔(78)

ترقی نسواں کا معاشی پہلو

معاشی تحفظ اور آسودگی انسان کے ایمان و عمل کے ارتقا اور اس کی اصلاح و فلاح کا ذریعہ ہے۔ آنحضورﷺ نے غربت سے کفر کی طرح پناہ مانگی۔(79) آپﷺ نے عورتوں کی معاشی ترقی اور تحفظ کے لئے حکماء اور فلاسفہ کی طرح افکار و نظریات ہی پیش نہیں کئے بلکہ ایک عملی انسانی معاشرہ قائم کیا۔ بیوی کی حیثیت سے عورت کا حق مہر اور حق نفقہ مرد پر لازم قرار دیا۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:

﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ (80)

''اور عوتوں کے حق مہر خوش اسلوبی سے ادا کرو''۔

﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾(81)

''اور دودھ پلوانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمہ ہوگا''۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا﴾ (82)

''مومنو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ''۔

حدیث جبرئیل کے مطابق ایمان و اسلام کا سب سے اونچا درجہ احسان ہے۔(83) اہل خانہ پر خرچ کرنے والے کو قرآن حکیم نے محسنین میں شمار کیا۔ اس سے اسلامی سماجی اور معاشی اقدار کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (84)

''یعنی وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق دے اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دے نیک لوگوں پر یہ ایک طرح کا حق ہے''۔

مزید فرمایا:

﴿ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾ (85)

''مطلقہ عورتوں کو دستور کے مطابق نان ونفقہ دینا پرہیز گاروں پر حق ہے''۔

یعنی بیوی کی مالی معاونت اور کفالت سے انسان درجہ احسان تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ ہی نہیں بلکہ عورت پر ظلم کو خود اپنی ذات پر ظلم قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولا تمسکوھُنّ ضرارًا لتعتَدوا ومن یفعل ذلک فقد ظَلَم نفسه﴾ (86)

''عورتوں کو اس نیت سے نکاح میں مت روکو کہ تم ان کو تکلیف پہنچاؤ یا زیادتی کرو جو ایسا کرے گا وہ خود پر ظلم کرے گا''۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((ولھن علیکم رزقھن و کسوتھن بالمعروف)) (87)

''اور تم پر عورتوں کا یہ حق ہے کہ دستور کے مطابق ان کا لباس اور نفقہ تمہارے ذمہ ہے''۔

بیٹی کی تعلیم و تربیت اور کفالت کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((من عال جاریتین حتی تبلغا جاء یوم القیامه انا وھو ھکذا واشار بالسبابة والوسطٰی فرّج بینھما شیئا)) (88)

''جس نے دو لڑکیوں کی دیکھ بھال اور پرورش کی یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ گئیں تو قیامت کے دن وہ شخص اور میں اس طرح ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں آپ نے پہلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا ان کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا''۔

آپ ﷺ نے بیوہ عورت کی کفالت کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا۔ (89) خواتین کو وراثت کا حق دیا۔ مرد خاندان کا کفیل ہے اس کا حصہ دو عورتوں کے برابر رکھا۔ عورتوں کی اس قانونی حصہ داری میں بظاہر جو عدمِ مساوات سی نظر آتی ہے اس کی تشریح علامہ ڈاکٹر محمد اقبال (م 1357ھ/1938ء) نے یوں کی ہے:

لڑکی کا یہ حصہ اس کی کسی فطری کمتری کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے معاشی واقع کے پیش نظر ہے اور اس مقام کی وجہ سے جو اپنے معاشرے کے نظام میں اس کو حاصل ہے۔ ''محمڈن لاء'' کے مطابق لڑکی اس جائیداد کی پوری طرح مالک تصور کی گئی ہے جو اس کو شادی کے وقت باپ کی طرف سے بھی ملتی ہے اور شوہر کی طرف سے بھی۔ مزید برآں مہر بھی کلیۃً اسی کی ملکیت ہوتا ہے جو اس کی مرضی کے مطابق معجّل ہو یا غیر موجل۔ اتنا ہی نہیں بلکہ مہر کی ادائیگی تک وہ اپنے شوہر کی ساری جائیداد اپنے قبضے میں رکھ سکتی ہے۔ ساری عمر کی کفالت کی ذمہ داری بھی (شادی سے پہلے باپ پر اور شادی کے بعد) شوہر پر ہے۔ اگر آپ اس زاویہ نظر سے قانونِ وراثت کے عمل کو دیکھیں تو آپ کو بیٹے اور بیٹیوں کے معاشی مرتبے میں کوئی مادی تفاوت نظر نہیں آئے گا بلکہ حق تو یہ ہے کہ وراثت کی حصہ داری میں بظاہر غیر مساوی نظر آنے والی یہ صورت ہی اصل میں قانونی مساوات مہیا کرتی ہے۔ ''پیرے کرابائٹس'' نے جو مصر کی مخلوط ٹربیونل کا سابق امریکی جج تھا اپنے ایک مقالہ میں جس کا عنوان ہے ''محمد ﷺ نے عورت کے لئے کیا کیا'' یہ اعتراف کیا ہے کہ حقوق نسواں کے سلسلہ میں محمد ﷺ کا شاندار کارنامہ وہ حق ملکیت ہے جو انہوں نے اپنی امت کی بیویوں کو عطا کیا۔ قانونی درجہ عورت کا بالکل وہی ہے جو اس کے شوہر کا ہے۔ جہاں تک ایک مسلمان بیوی کے حق ملکیت کا تعلق ہے اس کو وہی آزادی حاصل ہے جو کسی پرندے کو پرواز کی حاصل ہے۔ قانون اس کی اجازت دیتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کی رائے لئے بغیر اپنے مال و متاع کو جس طرح چاہے صرف کرے یا ٹھکانے لگا دے۔ (90)

تقسیم ترکہ کے اس فرق میں ایک اور حکمت ایک اہم علمی نکتہ یہ ہے کہ 12 ذوی الفروض میں 4 مرد اور 8 عورتیں شامل ہیں۔ اس طرح مستحقین وراثت میں مرد اور عورت کی نسبت 1:3 ہے۔ (91)

عورتوں کی معاشی کفالت کا فرض مرد پر عائد کرنے کے ساتھ آپ ﷺ نے عورتوں کو معاشی جدوجہد کرنے کی بھی اجازت دی۔ چنانچہ مسند امام احمد رحمہ اللہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں ہنرمندی کا آغاز عورت کی ذات سے ہوا۔ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو جب جنت سے زمین پر اتارا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام روئی لے کر آئے اور حضرت حوا کو سوت کاتنے کا طریقہ سکھایا تو انہوں نے اپنے اور جناب آدم علیہ السلام کے لئے لباس تیار کیا۔ (92) آنحضور ﷺ کا فرمان ہے:

((خیر الھوا للمؤمن السباحۃ و خیر الھوا للمراۃ الغزل)) (93)

''مردمومن کا بہترین مشغلہ تیراکی ہے اور عورت کا اچھا مشغلہ کاتنا ہے''۔

حضرت زینب بنت جحش (م20ھ/640ء) چمڑے کی دباغت کرتیں۔ سوئی کا کام کرنے اور مشکیں سینے میں ماہر تھیں۔(94) حضرت خدیجہ (م3 قبل ہجری/619ء) تجارت کے ساتھ ساتھ شراکت کی بنیاد پر کاروبار کرتی تھیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق اگر آپ جیسی رفیقِ سرو علن نہ ہوتیں تو عالم اسباب میں معلوم نہیں کہ اسلام کا آغاز بھی ہوسکتا یا نہیں اور بہت سے دیگر انبیاء سلف کی طرح آنحضور ﷺ بھی بہت محدود کارکردگی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوجاتے۔(95)

حضرت قیلہ ام بنی انمار بھی تجارت کرتی تھیں۔ آنحضور ﷺ نے انہیں ہدایت کی تھی کہ جب کوئی چیز خرید کرو تو ایک قیمت لگا دو خواہ وہ چیز اس قیمت پر تمہیں ملے یا نہ ملے اور جب کوئی چیز فروخت کرو تو بھی ایک قیمت بتاؤ خواہ وہ چیز کوئی خرید کرے یا نہ کرے۔(96)

عہد رسالت میں خواتین باغبانی، کھیتی باڑی بھی کرتی تھیں اور باغات و کھیتی کی بیع وشرا (خرید و فروخت) بھی کرتی تھیں۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ (م71ھ/690ء) کی خالہ کو عدت طلاق کے دوران آنحضور ﷺ نے باغات کاٹنے اور فروخت کرنے کی اجازت دی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ باغ میں جاؤ کھجور کے درخت کاٹو اس رقم سے صدقہ کرو۔(97) حضرت عمرؓ (م24ھ/643ء) کے زمانے میں اسماء بنت مخربہ اور خولہ بنت ثویب عطر کا کاروبار کرتی تھیں۔(98)

حضرت اسماء بنت ابی بکر (م73ھ/692ء) کھیتی باڑی میں اپنے شوہر حضرت زبیر بن عوام کی مدد کرتیں اور ایک اور صحابیہ اپنے کھیت میں چقندر کی کاشت کرتی تھیں۔(99) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (م32ھ/652ء) کی زوجہ محترمہ نے آنحضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں ایک ماہر اور کاریگر عورت ہوں۔ مختلف اشیاء بنا کر فروخت کرتی ہوں۔ میرے شوہر اور بچوں کا کوئی ذریعہ آمدن نہیں تو کیا مجھے ان پر خرچ کرنے کا اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں خرچ کرو تم کو اس پر اجر ملے گا''۔(100)

زیاد بن سکن کے مطابق حضرت ام سلمٰی (م59ھ/678ء) کے ہاتھ میں تکلا ہوتا ہے اور سوت کاتا کرتی تھیں۔ زیاد نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تکلا (محنت) انسان کو فاسد خیالات سے دور کرتا ہے کیونکہ

آنحضور ﷺ کا فرمان ہے تم سے زیادہ اجر پانے والا وہ ہے جو تم میں زیادہ طاقت والا ہو۔(101)

عہدِ رسالت میں عورتوں کی توقیر

قرآن حکیم سیرت الرسول کا سب سے اہم اور بنیادی ماخذ ہے۔(102) اس کتاب مقدس میں عہدِ رسالت کے تہذیب وتمدن کے متعلق بھی واضح اشارات ملتے ہیں۔قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً. وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (103)

''جو شخص نیک اعمال کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو تو ہم اسے دنیا میں پاک زندگی سے زندہ رکھیں گے اور آخرت میں ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے''۔

مولانا امین احسن اصلاحی (م1418ھ/1997ء) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اچھی اور پاکیزہ زندگی بسر کرانے کا یہ وعدہ دین و دنیا دونوں اعتبار سے ہے.......... یہ اہل ایمان کی روحانی بادشاہی ہے اس کا اندازہ وہ لوگ نہیں کر سکتے جو ایمان کی قوت اور اس کی حلاوت سے ناآشنا ہیں۔آیت میں یہ وعدہ تصریح کے ساتھ مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے مذکور ہے۔بظاہر اس تصریح کی ضرورت نہیں تھی لیکن اس کا ایک خاص محل ہے وہ یہ کہ اس دور میں جس طرح مسلمان مرد اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے کے لئے نہایت کڑے امتحانات سے گزر رہے تھے اسی طرح بہت سی خواتین بھی اپنا ایمان بچائے رکھنے کے لئے جان کی بازی لگائے ہوئے تھیں اور ان کا امتحان کمزور عنصر ہونے کے سبب سے مردوں کے امتحان سے بھی زیادہ سخت تھا۔یہاں قرآن نے مردوں کے ساتھ خاص طور پر عورتوں کی تصریح کر کے ان کی دلداری اور حوصلہ افزائی کر دی کہ اگر انہوں نے ایمان اور عمل صالح کی زندگی بسر کرنے کا عزم کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ضرور پاکیزہ زندگی بسر کرائے گا۔شیاطین اس نعمت سے ان کو محروم نہیں کر سکتے۔اللہ تعالیٰ اس کا موقع ان کو نہیں دے گا''۔(104)

مردوزن کو عمدہ اور پاکیزہ زندگی بسر کرانے کا وعدہ عہدِ رسالت میں سچ ثابت ہوا کہ عورت زندگی کے ہر شعبہ میں باوقار تھی۔ تاریخی حقائق سے ظاہر ہے اُم شریک غزیہ نے قبول اسلام کے ساتھ ہی تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ آپ یمن کے قبیلہ دوس سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت سمیہ (6ق ھ) کا تعلق ایران کے علاقہ کسکر سے تھا۔ حضرت یاسر کی زوجہ اور حضرت عمار کی والدہ تھیں آپ پہلی مسلمان شہید خاتون ہیں۔

فاطمہ بنت خطاب ان چند قریشی عورتوں میں سے تھیں جو لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ (105) حضرت عمر (م 24ھ/ 643ء) کی بہن تھیں حضرت عمر ان کی تلاوت سن کر مسلمان ہوئے ان کے متعلق حضرت اقبال (م 1357ھ/ 1938ء) نے کہا:

توی دانی کہ سوزِ قراتِ او

دگرگوں کرد تقدیرِ عمر را (106)

ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی حضرت ثوبیہ تھیں یہ آنحضور ﷺ کی رضاعی والدہ بھی تھیں۔ شفا بنت عبداللہ العدویہ حضرت عمر کی رشتہ دار تھیں حضرت عمر نے مدینہ کے بازار کی نگران انہیں مقرر کیا۔ ممکن ہے کہ وہ عہد نبوی میں یہ کام کرتی رہی ہوں ورنہ حضرت عمرؓ اتنی بڑی جرأت نہ کرتے۔ حضرت سعدی بنت کریز کی تبلیغ سے حضرت عثمان مسلمان ہوئے آپ ان کی خالہ تھیں۔

ام سلیم بنت ملحان غزوہ حنین میں شریک ہوئیں۔ ان کے شوہر ابوطلحہ ان کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔ ام ورقہ حافظہ قرآن تھیں۔ لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتی تھیں۔

ابن سعد کے مطابق مدینہ میں آنے والے وفود کا قیام وطعام بھی ایک انصاری خاتون کے گھر ہوتا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضور پاک ﷺ کی تربیت یافتہ خواتین کس قدر باصلاحیت اور باہمت تھیں۔

صحابیات اپنے شوہروں، ملازموں، لونڈیوں، رشتے داروں اور سہیلیوں کو اسلام کی دعوت دیتی تھیں۔ حضرت اُم حبیبہ (م 44ھ/ 664ء) بنت ابی سفیان کے شوہر عبداللہ بن جحش اور حضرت سودہ (م 23ھ/ 643ء) کے شوہر سکران دونوں حبشہ جا کر مرتد ہو گئے لیکن یہ باعزم اور باحوصلہ خواتین اسلام پر قائم رہیں بعد ازاں ان دونوں کو ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔

زنیرہ اور لبینہ حضرت عمر کی مسلمان باندیاں تھیں۔قبول اسلام سے قبل حضرت عمر انہیں بہت زدوکوب کرتے لیکن پھر بھی ایمان پر قائم رہیں۔(107)

حضرت عائشہؓ (م 57ھ/ 676ء) آنحضور ﷺ کے وصال کے بعد تقریباً نصف صدی دین سیکھنے کا مستند ذریعہ رہیں۔چوتھائی شرعی احکام و مسائل حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں۔حتیٰ کہ حضرات عمر، ابو ہریرہ (م 57ھ/ 676ء) اور عبداللہ بن عمرؓ (م 65ھ/ 684ء) کی آراء پر تنقید کرتے ہوئے ان کی اصلاح فرماتی تھیں۔آپؓ سے 2210 احادیث مروی ہیں۔(108)

حضرت ابوموسیٰ اشعری (م 44ھ/ 664ء) فرماتے ہیں:

((ما اشکل علینا اصحاب رسول اللہ ﷺ حدیث قط فسألنا عائشہ اِلّا وجدنا عندھا منه علما)) (109)

ہم اصحاب رسول کو جب بھی کبھی حدیث کے معاملہ میں کوئی مشکل پیش آتی تو ہم حضرت عائشہؓ سے سوال کرتے ان کو اس کے متعلق ضرور علم ہوتا۔ابن حجر (م 852ھ/ 1449ء) کے مطابق آپ کے باقاعدہ شاگردوں کی تعداد اٹھاسی سے متجاوز تھی۔(110) صہیرہ بنت حیفر فرماتی ہیں:

ہم چند خواتین حج سے فراغت کے بعد مدینہ گئیں اور حضرت صفیہ (م 50ھ/ 670ء) کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔وہاں پہلے ہی سے کوفہ کی کچھ عورتیں بیٹھی تھیں ہم نے ان سے زن و شوہر اور حیض و نبیذ کے احکامات دریافت کئے۔(111)

ام ورقہ بنت عبداللہ اور حضرت حفصہ (م 41ھ/ 661ء) قرآن پاک کی حافظہ تھیں۔(112)

مروان بن حکم (م 65ھ/ 684ء) حضرت ام سلمیٰ سے مسائل دریافت کرتا اور کہتا:

کیف نسأل احد عن شی ءٍ وفینا ازواج النبی (113)

''جب ہمارے اندر ازواج النبی موجود ہیں تو ہم کسی سے کیوں پوچھیں''۔

علامہ ابن حجر (م 852ھ/ 1449ء) نے آپ کے متعلق لکھا:

کانت اُم سلمیٰ موصوفه بالجمال البارع والعقل البالغ والرای الصائب

''ام سلمٰی انتہائی صاحب جمال ہونے کے ساتھ ساتھ پختہ عقل اور درست رائے کی بھی مالک تھیں''۔(114)

آپؓ کی بیٹی حضرت زینب بنت اُم سلمٰی کے بارے میں علامہ ابن عبدالبر (م463ھ/1071ء) نے لکھا:

کانت من افقہ اھل زمانھا (115)

''وہ اپنے زمانے کی بہت بڑی فقیہہ تھیں''۔

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہؓ کی شاگردہ تھیں۔فقاہت اور علم کے ضبط حفظ کی صلاحیت رکھتی تھیں۔(116)

ابن حجر (م852ھ/1449ء) کے مطابق:

کانت من اعلم الناس بحدیث عائشه (117)

''حضرت عائشہ کی روایات کو سب سے زیادہ جاننے والی تھیں''۔

امام زہری (م124ھ/741ء) نے انہیں علم کا کبھی نہ ختم ہونے والا سمندر قرار دیا۔(118)

یحییٰ بن سعید (م133ھ/750ء) جیسے اکابر تابعی آپ کے شاگرد تھے۔(119)

حضرت اُم عطیہ سے صحابہ کرام میت کو غسل دینے کا طریقہ سیکھتے تھے۔(120)

حضرت اُم الحسن باندی ہونے کے باوجود مبلغہ اور واعظہ تھیں۔(121)

حضرت فاطمہ بنت قیس (م28ھ/648ء) اس پائے کی خاتون تھیں کہ حضرت عمر سے علمی مباحثہ کرتی تھیں۔قاسم بن محمد (م107ھ/725ء) سعید بن المسیب (م94ھ/712ء) عروہ بن زبیر (م94ھ/712ء) ابوسلمٰی بن عبدالرحمٰن (م94ھ/712ء) اور امام شعبی (م104ھ/722ء) جیسے فضلاء وقت آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔(122)

حضرت ام درداء مشہور صحابی حضرت ابو درداء (م 32ھ/ 652ء) کی بیوی تھیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ (م256ھ/869ء) نے آپ کے علم و فضل کے متعلق لکھا:

کانت ام الدرداء تجلس فی صلاتھا جلسة الرجل و کانت فقیھة (123)

''ام درداء تشہد میں اس طرح بیٹھتی تھیں کہ جس طرح مرد بیٹھتا ہے وہ فقیہہ تھیں''۔

ابن عبدالبر (م463ھ/ 1071ء) نے دانش مند با فضیلت مدبر اور صائب الرائے ہونے پر ام درداء کی

تحسین کی اور لکھا کہ آپ بہت عبادت گزار اور متقی تھیں۔(124)

عبدالروٴف داناپوری (م1948ء) لکھتے ہیں امہات المومنین کا حصہ اسلامی تعلیمات میں بہت زیادہ ہے۔ حضرت عائشہ کی روایات نے بہت سے مشکل مسائل کی گرہ کشائی کی ہے۔امہات المومنین سے 2822 احادیث کتب صحاح وغیرہ میں مروی ہیں۔(125)

حضرت حفصہ بنت سیرین نے 12 سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔بصرہ کے مشہور فقیہ ایاس بن معاویہ (م122ھ/739ء) آپ کے متعلق کہتے ہیں:

ما ادرکت احد افضلہٗ علیٰ حفصہ (126)

''میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں پایا جسے حفصہ پر فضیلت دوں''۔

بلاذری (م279ھ/892ء) کے مطابق حضرت حفصہ بنت عمرؓ ام کلثوم بنت عقبہ عائشہ بنت سعد کریمہ بنت مقداد شفا بنت عبداللہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمیٰ عہد رسالت کی تعلیم یافتہ خواتین تھیں۔حضرت شفا بنت عبداللہ کو آنحضورﷺ نے حضرت حفصہ کی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ (127) اس واقعہ سے شادی کے بعد بھی عورتوں کو تعلیم جاری رکھنے کا حق ملتا ہے۔ جلال الدین عمری کے مطابق اگر صحابیات کے علمی کارناموں کا تذکرہ کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔(128)

شبلی نعمانی (م1914ء) اور عبدالروٴف داناپوری (م1948ء) کے مطابق نزول آیات حجاب کے بعد غزوہ خیبر میں اُمیہ بنت قیس الغفاریہ نے چھ خواتین کے ہمراہ زخمیوں کی مرہم پٹی کے فرائض سرانجام دیئے۔(129) الاصابہ میں ابن حجر (م852ھ/ 1449ء) نے لکھا ہے کہ اسلامی لشکر کے ساتھ مجاہد خدمت گزار خواتین بھی شریک ہوتی تھیں۔ (130) جنگ یرموک میں مسلم خواتین خصوصاً جویریہ بنت ابی سفیان اور ہند بنت عقبہ کی شجاعت کے واقعات ملتے ہیں۔جنگ صفین میں الزرقا بنت عدی نے حضرت علیؓ (م40ھ/660ء) کی طرف سے شرکت کی۔(131)

تاریخ اسلام کی نامور خواتین:

ابوجعفر منصور (م 158ھ/ 774ء) کے زمانہ میں اُم عیسیٰ اور لبانہ لباس حرب بنانے کی بہت ماہر تھیں۔ مسلم عیسائی معرکوں میں اسلامی فوج کے ساتھ جاتی تھیں۔(132)

ابن حجر نے الاصابہ میں 15043 محدث خواتین کے احوال وآ ثار جمع کئے ہیں۔ چنانچہ النووی (م 676ھ/ 1277ء) کی تہذیب الاسماء خطیب بغدادی (م 463ھ/ 1071ء) کی تاریخ بغداد اور السخاوی محمد بن عبدالرحمٰن (م 902ھ/1496ء) کی الضواء لـلامع کا ایک بڑا حصہ ان خواتین کے فضائل وکمال پر مشتمل ہے کہ جنہوں نے علم وفضل میں بڑا نام پیدا کیا۔(133)

امام شافعیؒ (م 205ھ/ 819ء) اہل بیت کی ایک معزز خاتون سیدہ نفیسہ کے درس حدیث میں شریک ہوتے تھے۔(134) فاطمہ بنت الاقرع نہایت خوشنویس تھیں۔ ان کے تلامذہ کثیر تعداد میں تھے۔(135) خطیب بغدادی (م 463ھ/ 1070ء) نے کریمہ بنت احمد المروزی سے صحیح بخاری کا درس لیا۔(136) غرناطہ کے مشہور مفسر ابوحیان اندلسی نے مرد اساتذہ سمیت مینسہ بنت الملک شامیہ بنت الحفاظ اور زینب بنت عبداللطیف سے بھی کسب فیض کیا۔(137)

فرزدق کی بیوی اعلیٰ پائے کی نقاد اور شاعرہ تھی۔ جریر اور فرزدق کے مقابلہ حسن اشعار میں وہی فیصلہ کرتی تھیں۔ شعر خطابت اور خوش نویسی میں اشبلیہ کی خاتون صفیہ کا نام بھی تاریخ نے محفوظ رکھا۔(138) طبقات الاطباء کے مطابق اُم الحسن بنت قاضی ابوجعفر اور حفیظ بن زہر کی بیٹی اور بہن ماہر شاہی طبیب تھیں۔(139) زینب بنت زیاد اس کی بہن حمیدہ بنت زیاد اور مریم بنت یعقوب شعر وادب میں ماہر تھیں۔(140) حفصہ الرکونیہ غرناطہ کے سرکاری دربار میں خواتین کی اتالیق تھیں۔(141)

امام سیوطی (م 911ھ/1505ء) نے نزھة الجلساء فی اخبار النساء میں 27 خواتین شعرا کے احوال وآ ثار درج کئے ہیں۔ اس کا مخطوطہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے۔

خلاصہ:

عورتوں کی تعلیم وتربیت اوران کے حقوق سے آشنا کرنے میں ساری کوتاہی مسلمانوں کی ہے اسلام کی نہیں۔ دین اسلام نے حصول علم مرد وعورت دونوں کے لئے لازم قرار دیا ہے۔عورت آج بھی ان حقوق سے محروم ہے جو اسلام نے اس کو دیئے تھے۔

وقت آ گیا ہے کہ مسلمان اسے محسوس کریں کہ اسلامی معاشرہ اس وقت تک سرسبز نہیں ہوسکتا جب تک عورت کومحکومی سے نجات نہیں ملتی اور وہ امتیاز ختم نہیں ہوتا جو بیچ میں حائل ہے اور معاشرے میں اسے پوری طرح احکامِ قرآنی کے مطابق حصہ لینے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

حوالہ جات

(1) القرآن،النحل،آیت58

(2) القرآن،التکویر،آیت9,8

(3) ابن کثیر،اسماعیل بن عمرو،تفسیر القرآن العظیم،دارالکتب مصر،1385ھ،ج4،ص478

(4) الازہری،پیرمحمد کرم شاہ(م1998ء)،ضیاءالقرآن،ضیاءالقرآن پبلی کیشنز لاہور،1990ء،ج5،ص271

(5) العمری،جلال ادین العمر،عورت اسلامی معاشرہ میں،ص17 تا18

(6) علوی،ڈاکٹرمحمد خالد،اسلام کا معاشرتی نظام،المکتبہ العلمیہ لاہور،1991ء،ص95

(7) منوسمرتی145/5

(8) ....ایضاً............،17/9

(9) دیکھومہابھارت کا ابتدائی حصہ

(10) R.C. Dut, Ancient India, London, 1966, P.220

(11) Mahajan, Vidyahar, Muslim Rule in India, Bomby, 1965, P.74

(12) علوی،ڈاکٹرمحمد خالد،ص98

(13) عہدنامہ قدیم، پیدائش باب3، آیت11 تا13

(14) عہدنامہ جدید، ص162، یونس کا خط کرنتھیوں کے نام

(15) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، اسلامی اکادمی لاہور، 1995ء، ج3، ص170

(16) علوی، ڈاکٹر محمد خالد، اسلام کا معاشرتی نظام، المکتبہ العلمیہ لاہور، 1991ء، ص88

(17) Wieth Knudsen, Short history of the Middle Ages, Paris, 1976, P.21

(18) Barberino, Francesco, Encyclopedia of Educatian, London, 1973, Vol.3, P.1210

(19) Davis, Jonn Lang, Short History of Women, Oxford, 1977, P.67

(20) Chopart, Victor, The Roman World, London, 1955, P.130

(21) Landry, Latour, English Life and Manners in the middle ages, Paris, 1949, P. 39

(22) اصلاحی، امین احسن (م1997ء)، اسلامی معاشرے میں عورت کا مقام، فاران فاؤنڈیشن لاہور، 1992ء، ص 89

(23) صدیقی، ڈاکٹر محمد رضی الدین، تعلیم کا مسئلہ، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، 1987ء، ص14

(24) خالد یار خان، تاریخ وافکار تعلیم، مکتبہ دانشوراں اردو بازار لاہور، 1976ء، ص40-47

(25) غلام السیدین، خواجہ، Education Culture and Social Order، لاہور، 1959ء، ص126

(26) Nun, Sir Percy, Education its data and its Principles, Oxford, 1974, P.30

مزید دیکھو Raffi-u-din Dr., First Principle of Education

(27) شبلی نعمانی، مقدمہ سیرت النبی، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، 1995ء، ص2

(28) اسرار احمد، ڈاکٹر، نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، 1990ء، ص13

(29) H. Hart, Michael, The 100 A Ranking of the most Infulential Persons in History, New York, 1978, P. 33

(30) القرآن، الاحزاب، آیت36

(31) القرآن، الجمعہ، آیت3

(32) علوی، ڈاکٹر محمد خالد، انسانِ کامل، الفیصل ناشران کتب اردو بازار لاہور، 2001ء، ص224

(33) شبلی نعمانی، سیرت النبی، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، 1987ء، ج دوم، ص400

(34) الخطیب، ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ کتاب العلم، ج1 ص32، مکتبہ رحمانیہ لاہور، 1987ء

(35) حمیداللہ، ڈاکٹر محمد، عہد نبوی کا نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی کراچی، ستمبر 1987ء، ص206

(36) شبلی، سیرت النبی نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ص92

(37) القرآن، العلق، آیت3

(38) القرآن، المطففین، آیت9, 20

(39) القرآن، الجمعہ، آیت5

(40) مسند امام احمد، دار المعارف مصر، 1393، ج5 ص315

(41) ڈاکٹر محمد حمیداللہ، عہد نبوی کا نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی سندھ کراچی، ص193-192

(42) مسلم، کتاب الرضاع، مکتبہ رحمانیہ لاہور، 1988ء، ج2 ص408، نسائی کتاب النکاح، ج2، ص311

(43) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الصلوٰۃ، دار الاشاعت کراچی، 1984ء، ج1 ص404، کتاب العلم، ص91، مزید دیکھو صحیح مسلم کتاب صلاۃ العیدین، ج1 ص762

(44) بخاری، کتاب العلم، ص93

(45) بخاری، کتاب الاحکام، حذیفہ اکیڈمی لاہور، 1988ء، ج2 ص138
مسلم کتاب الامارہ، مکتبہ رحمانیہ لاہور، س ن، ج3 ص140

(46) القرآن، الزمر، آیت18

(47) محمد شفیع مفتی، معارف القرآن، طبع کراچی، 1985ء، ج7 ص547

(48) اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، 1988ء، ج6 ص576

(49) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1986ء، ج4 ص366

(50) ابن ماجہ، کتاب الادب، اسلامی اکادمی لاہور، 1987ء، کتاب الادب، ج2 ص217

(51) علامہ اقبال، اسرار و رموز، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، 1984ء، ص157

(52) ابوداؤد، سلمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، کتاب الادب، مکتبہ رحمانیہ لاہور، 1994ء، ج3 ص280

(53) بخاری، کتاب الادب، ج3 ص232، کتاب الزکوٰۃ، ج2 ص233، مسلم کتاب البر، ج3 ص180

(54) ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الادب، ج3 ص278

(55) ......ایضاً......، کتاب النکاح، ج3 ص180

(56) ابوعیسیٰ، ترمذی، جامع ترمذی، ابواب المناقب، طبع مصر، س ن، ص635

(57) ......ایضاً......،ابواب الرضاع،ص438

(58) بخاری، کتاب النفقات، ج3،ص145

(59) مسلم، کتاب الصلوٰۃ، ج2،ص85

(60) القرآن،سورۃ الروم، آیت21

(61) الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ج3،ص568

(62) بخاری، کتاب الایمان، ج1،ص55،مزید دیکھو

سیرت النبی از سید سلمان ندوی، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد،1986ء، ج 4،ص

(63) محمد قطب، اسلام اور جدید مادی افکار، اسلامی پبلی کیشنز لاہور،1984ء،ص414

(64) سی اے قادر، ڈاکٹر، اخلاقیات، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور،1984ء،ص4 ,7

(65) القرآن،سورۃ النساء، آیت24

(66) بخاری، کتاب النکاح، ج3،ص44

مسلم، کتاب النکاح،ص111

(67) ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب المناسک، ج2،ص178

(68) ترمذی، ابواب الجنائز، ج2،ص178

(69) ......یضاً......،ابواب النکاح، دارالاشاعت کراچی، ج1،ص432

ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح، مکتبہ رحمانیہ لاہور،1990ء، ج2،ص117

(70) القرآن، الطلاق، آیت5

(71) القرآن، البقرہ، آیت237

(72) الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ج1،ص165

(73) القرآن، البقرہ، آیت240

(74) القرآن، النساء، آیت19

(75) القرآن، البقرہ، آیت288

(76) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج1،ص95

(77) ملاحظہ ہوں مذکورہ قرآنی مقامات

(78) ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر، ج1،ص95

(79) ترمذی، ابوعیسیٰ، ترمذی، جامع ترمذی، کتاب الدعوات، دارالاشاعت کراچی، ج2،ص464

(80) القرآن، النساء، آیت4

(81) القرآن، البقرہ، آیت233

(82) القرآن، النساء، آیت19

(83) بخاری، محمد بن اسماعیل صحیح بخاری، کتاب الایمان، حذیفہ اکیڈمی لاہور، س ن، ج1،ص67

(84) القرآن، البقرہ، آیت236

(85) القرآن، البقرہ، آیت241

(86) القرآن، البقرہ، آیت231

(87) مسلم، امام مسلم بن الحجاج صحیح مسلم کتاب الحج، مکتبہ رحمانیہ لاہور، س ن، ج2،ص172

(88) ....ایضاً............، کتاب البر والصلہ، ج3،ص825

(89) ....ایضاً............، کتاب الزہد، ج3،ص1119

(90) علامہ اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلام، اقبال اکادمی لاہور، 1985ء،ص162-161

(91) سید شوکت علی، تقسیم میراث، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ص18-19، مزید دیکھو عبدالرحیم ارشد، تعلیم الفرائض، ص19، فضل ربی، اسلامی قانون وراثت، ص21

(92) امام احمد، مسند امام احمد، دارالکتب مصر، 1393ھ، ج1،ص321

(93) الکتانی، عبدالحی الکتانی، التراتیب الاداریہ، طبع بیروت، س ن، ج2،ص120

(94) ....ایضاً............

(95) ڈاکٹر محمد حمیداللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت کراچی، 1980ء،ص95

(96) ابن سعد، طبقات ابن سعد، طبع بیروت، 1986ء، ج8،ص238

(97) ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، ج2،ص720

(98) ابن سعد، طبقات ابن سعد، طبع بیروت، ج4،ص238

(99) بخاری، کتاب النکاح، ج2،ص282

(100) طبقات ابن سعد، ج8،ص290

(101) الکتانی، عبدالحی، التراتیب الاداریہ، ج2،ص120

(102) آزاد، مولانا ابوالکلام، رسولِ رحمت، مرتبہ مولانا غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، 1984ء، ص19, 20
مودودی، سیرت سرور عالم، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1985ء، ج2، ص31
(103) القرآن، النحل، آیت97
(104) اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، ج4، ص447
(105) حمیداللہ، ڈاکٹر، رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، ص 95-96
(106) اقبال، علامہ ڈاکٹر، ارمغان حجاز، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، 1987ء، ص94
(107) محمد حمیداللہ، ڈاکٹر، رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ماخوذ ص94 تا108
(108) ندوی، سید سلمان، سیرت عائشہ، ادارہ اسلامیات لاہور، 1987ء
علوی، خالد ڈاکٹر، حفاظت حدیث، الفیصل ناشران کتب لاہور، 1999ء، ص135
(109) ترمذی، باب من فضل عائشہ، ج2، ص583
(110) ابن حجر، تہذیب التہذیب، طبع مصر، ج12، ص463
(111) امام احمد، مسند امام احمد، ج6، ص337
(112) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، طبع مصر، 1374ھ، ص172
(113) مسند امام احمد بن حنبل، ج6، ص323
(114) ابن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، طبع مصر، ج4، ص459
(115) ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب، طبع مصر، ج4، ص320
(116) ابن العماد حنبلی، شذرات الذھب، ج1، ص114
(117) ابن حجر، احمد بن علی (م852ھ)، تہذیب التہذیب، دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، 1335ھ، ج12، ص466
(118) الذھبی، محمد بن احمد (م748ھ)، تذکرۃ الحفاظ، دارالمعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن، 1375ھ، 1975ء، ج1، ص106
(119) ابن سعد، محمد بن سعد (م235ھ)، طبقات ابن سعد، طبع بیروت، 1986ء، ج8، ص353
(120) ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ (م463ھ)، الاستیعاب، ج4، ص472
(121) ابن سعد (م235ھ)، طبقات ابن سعد، طبع بیروت، 1986ء، ج8، ص350
(122) ابن حجر، احمد بن علی (م852ھ)، تہذیب التہذیب، ج12، ص481
(123) بخاری، محمد بن اسماعیل (م256ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، مکتبہ دارالسلام لاہور، 1996ء، ج1، ص201
(124) ابن عبدالبر، ابوعمر، یوسف بن عبداللہ (م463ھ)، الاستیعاب، ج4، ص448

(125) داناپوری، عبدالرؤف، اصح السیر فی ھدی الخیر البشر مجلس نشریات اسلام کراچی، 1946ء، ص611

(126) ابن حجر، احمد بن علی (م852ھ)، تہذیب التہذیب، ج12، ص438

(127) بلاذری، احمد بن جابر (م270ھ)، انساب الاشراف، دارالمعارف مصر، 1959ء، ص238

(128) عمری، جلال الدین، عورت اسلامی معاشرہ میں، اسلامی پبلی کیشنز لاہور، 1992ء، ص119

(129) شبلی نعمانی (م1914ء)، سیرت النبی، ج1، ص454

(130) ابن حجر، احمد بن علی (م852ھ)، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ص575

(131) طبری، محمد بن جریر (م310ھ)، تاریخ طبری، طبع مصر، 1374ھ، ص2100

(132) نجیب آبادی، اکبر شاہ خان، تاریخ اسلام، نفیس اکیڈمی کراچی، 1987ء، حصہ سوم، ص220

(133) ابن حجر، احمد بن علی (م852ھ)، الاصابہ فی تمیز الصحابہ

خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت (م463ھ)، تاریخ بغداد

السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن (م902ھ)، الضوالامع لاھل القرن التاسع طبع مصر

(134) ابن خلکان، احمد بن محمد (م681ھ)، وفیات الاعیان وانبا ابنا الزمان، طبع بیروت، 1978ء، ص251

(135) ابن الاثیر، علی بن محمد (م630ھ)، الکامل فی التاریخ طبع مصر، 1978ء، ص108

(136) یاقوت الحموی (م626ھ)، معجم الادباء، طبع بیروت، 1970ء، ص247

(137) ....ایضاً............، ص240

(138) الجاحظ، عمرو بن بحر (م255ھ)، البیان والتبیین، مکتبہ الاستقامۃ قاہرہ، 1966ء، ص93

مزید دیکھو المقری، احمد بن محمد، نفح الطیب فی غصن الاندلس الرطیب، طبع مصر، 1396ھ، ج3، ص4

(139) ابن ابی اصیعبہ، احمد بن قاسم، عیون الانباء فی طبقات الاطباء، دارالحیات بیروت، 1975ء، ص318

(140) المقری، احمد بن محمد، نفح الطیب، ص1143، دار صادر بیروت، 1968ء

(141) ....ایضاً............، ص825